سُوْرَةُ الْعَصْر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

ترجمہ: وَالْعَصْرِ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۝

اِنَّ الْقُرْاٰنَ اَشَارَ فِيْ اَعْدَادِ سُوْرَةِ الْعَصْرِ اِلٰى وَقْتٍ مَّضٰى مِنْ اٰدَمَ اِلٰى نَبِيِّنَا بِحِسَابِ الْقَمَرِ فَعُدُّوْا اِنْ كُنْتُمْ تَشُكُّوْنَ. وَاِذَا تَقَرَّرَ هٰذَا فَاعْلَمُوْا اَنِّيْ خُلِقْتُ فِي الْاَلْفِ السَّادِسِ فِيْ اٰخِرِ اَوْقَاتِهٖ كَمَا خُلِقَ اٰدَمُ فِي الْيَوْمِ السَّادِسِ فِيْ اٰخِرِ سَاعَاتِهٖ فَلَيْسَ لِمَسِيْحٍ مِّنْ دُوْنِيْ مَوْضِعُ قَدَمٍ بَعْدَ زَمَانِيْ اِنْ كُنْتُمْ تُفَكِّرُوْنَ.

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۵۸)

ترجمہ از اصل: قرآن سورۂ عصر کے اعداد میں قمری حساب سے اس وقت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو آدم سے ہمارے نبی تک گزرا ہے۔ پس اگر شک ہے تو گن لو۔ اور جب یہ تحقیق ہو گیا تو جان لو کہ میں چھٹے ہزار کے آخر اوقات میں پیدا کیا گیا ہوں جیسا کہ آدم چھٹے دن میں اس کی آخری ساعت میں پیدا کیا گیا۔ پس میرے سوا دوسرے مسیح کے لئے میرے زمانہ کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں اگر فکر کرو۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۵۸)

اَلَا تَقْرَءُوْنَ سُوْرَةَ الْعَصْرِ وَقَدْ بُيِّنَ فِیْ اَعْدَادِهَا عُمْرُ الدُّنْیَا مِنْ اٰدَمَ اِلٰی نَبِیِّنَا لِقَوْمٍ یَّتَفَقَّهُوْنَ وَهٰذَا هُوَ الْعُمْرُ الَّذِیْ یَعْلَمُهٗ اَهْلُ الْکِتَابِ فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وَلَا فَرْقَ بَیْنَ عِدَّةِ سُوْرَةِ الْعَصْرِ وَعِدَّتِهِمْ اِلَّا الْفَرْقُ بَیْنَ اَیَّامِ الشَّمْسِ وَاَیَّامِ الْقَمَرِ۔ فَعُدُّوْهَا اِنْ کُنْتُمْ تَشُکُّوْنَ۔ وَاِذَا تَقَرَّرَ هٰذَا فَاعْلَمُوْا اَنِّیْ وُلِدْتُ فِیْ اٰخِرِ الْاَلْفِ السَّادِسِ بِهٰذَا الْحِسَابِ۔ وَاِنَّهٗ یَوْمُ خَلْقِ اٰدَمَ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّنَا کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا کَتَبْنَا مِنْ اَنَّهٗ مِنْ اَیَّامِ سِلْسِلَةِ اٰدَمَ مَا بَقِیَ اِلٰی یَوْمِنَا هٰذَا اِلَّا اَلْفُ سَنَةٍ اَوْ مَعَهٗ قَلِیْلٌ مِّنْ سِنِیْنَ۔ فَتَعَالَوْا نُثْبِتُهٗ لَکُمْ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ وَمِنَ الْحَدِیْثِ وَمِنْ کُتُبِ النَّبِیِّیْنَ السَّابِقِیْنَ۔ فَاِنَّ اَعْدَادَ سُوْرَةِ الْعَصْرِ بِحِسَابِ الْجُمَلِ کَمَا کُشِفَ عَلَیَّ مِنَ اللّٰهِ الْوَهَّابِ۔ وَکَمَا هُوَ مُتَوَاتِرٌ عِنْدَ اَهْلِ الْکِتَابِ۔ یَهْدِیْ اِلٰی اَنَّ الزَّمَانَ اِلٰی عَهْدِ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ مُنْقَضِیًا اِلٰی خَمْسَةِ اٰلَافٍ مِنْ اٰدَمَ اَوَّلِ النَّبِیِّیْنَ۔ وَمَا کَانَ بَاقِیًا مِنَ الْخَامِسِ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنْ مِئِیْنَ۔ وَکَمِثْلِهٖ یُفْهَمُ مِنْ حَدِیْثِ مِنْبَرٍ ذِیْ سَبْعِ دَرَجَاتٍ بِمَعْنًی بَیَّنَّاهُ فِیْ مَوْضِعِهٖ لِلنَّاظِرِیْنَ۔ وَلَمَّا ثَبَتَ اَنَّ هٰذَا الْقَدْرَ مِنْ

ترجمہ از مرتب :- کیا تم سورۂ عصر نہیں پڑھتے۔ اس کے اعداد میں دین کی سمجھ رکھنے والوں کے لئے آدم سے لیکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک دُنیا کی عمر بیان کی گئی ہے اور یہ وہ عمر ہے جس کو اہلِ کتاب بھی جانتے ہیں۔ اگر تم نہیں جانتے تو تم ان سے پُوچھ لو۔ اور سورۂ عصر کی بیان کردہ گنتی اور اہلِ کتاب کی گنتی میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے جو سُورج کے دنوں کے حساب اور چاند کے دنوں کے حساب میں ہوتا ہے۔ اگر تمہیں کچھ شک ہو تو تم گنتی کر کے دیکھ لو۔ اور جب یہ بات متحقق ہو گئی تو تمہیں علم ہونا چاہیئے کہ اس حساب سے مَیں چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا کیا گیا ہوں اور یہ حضرت آدم کی پیدائش کا دن ہے۔ اور ہمارے ربّ کا ایک دن انسانی گنتی کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کے بارے میں اگر تمہیں کوئی شک ہو کہ آدم علیہ السّلام کے سلسلہ کے وقت سے لیکر ہمارے آج کے دن تک صرف ایک ہزار سال یا اس کے ساتھ چند اَور سال عمرِ دُنیا میں سے باقی رہ گئے ہیں۔ تو آؤ ہم تمہیں یہ بات خدا کی کتاب (قرآن مجید) اور حدیث اور پہلے انبیاء کے صحیفوں سے ثابت کر دیتے ہیں جیسا کہ وہاب خدا نے مجھ پر انکشاف فرمایا ہے کہ سورۂ عصر کے اعداد بحساب جمل نیز اہلِ کتاب کے ہاں جو روایت تواتر کے ساتھ چلی آ رہی ہے وہ اِس طرف راہنمائی کرتی ہے کہ اوّل النبیین حضرت آدم علیہ السّلام سے لیکر خاتم الانبیاء کے زمانہ تک سوائے چند سَو سال کے پانچ ہزار سال گذر چکے تھے۔ اور اسی قسم کا مفہوم سات درجوں والے منبر والی حدیث کا ہے جس کے معنے ہم نے اس کے مقام پر ہماری تحریرات پر نظر رکھنے والوں کے لئے بیان کئے ہیں۔ اور جب

عُمُرِ الدُّنیا کَانَ مُنْقَضِیًا اِلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ خَیْرِ الْوَرٰی۔ ثَبَتَ مَعَہٗ اَنَّ الْقَدْرَ الْبَاقِیَ مَا کَانَ اِلَّا اَقَلَّ مِقْدَارًا نِسْبَۃً اِلٰی مَا مَضٰی۔ فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ الْکَرِیْمَ صَرَّحَ مِرَارًا بِاَنَّ السَّاعَۃَ قَرِیْبَۃٌ لَا رَیْبَ فِیْھَا وَقَالَ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَقَالَ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَقَالَ وَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُھَا۔ وَکَذَالِکَ تُوْجَدُ فِیْہِ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اٰیَاتٌ اُخْرٰی۔ فَعُلِمَ مِنْھَا بِالْقَطْعِ وَالْیَقِیْنِ یَا اُولِی النُّھٰی۔ اَنَّ الْحِصَّۃَ الْبَاقِیَۃَ مِنَ الدُّنْیَا اَقَلُّ مِنْ زَمَانٍ انْقَضٰی۔ حَتّٰی اِنَّ اَشْرَاطَ السَّاعَۃِ ظَھَرَتْ وَیَوْمُ الْوَعْدِ دَنٰی۔ وَقَرُبَ الْاٰتِیْ وَبَعُدَ مَا مَضٰی۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ کِذْبٍ فِیْہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ الْمُدَّۃَ الْمُنْقَضِیَۃَ مِنْ وَقْتِ اٰدَمَ اِلٰی عَھْدِ نَبِیِّنَا الْمُصْطَفٰی۔ کَانَتْ قَرِیْبَۃً مِنْ خَمْسَۃِ الْاٰفٍ۔ وَقَدْ شَھِدَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ وَاتَّفَقَ عَلَیْہِ اَھْلُ الْکِتَابِ مِنْ غَیْرِ خِلَافٍ۔ فَمَا الْمِقْدَارُ الَّذِیْ ھُوَ اَقَلُّ مِنْ ھٰذَا الْمِقْدَارِ اَلَیْسَ ھُوَ اٰخِرُ وَقْتِ الْعَصْرِ اَجِبْنَا بِالْاِنْصَافِ۔ وَلَوْ تَعَسَّفْتَ کُلَّ التَّعَسُّفِ ثُمَّ مَعَ ذَالِکَ لَابُدَّ لَکَ اَنْ تُقِرَّ بِاَنَّہٗ اَقَلُّ مِنَ النِّصْفِ بِغَیْرِ الْاِخْتِلَافِ۔ فَقَدِ اعْتَرَفْتَ بِدَعْوَانَا

یہ ثابت ہوگیا کہ خیر الورٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک دُنیا کی عمر سے اتنا ہی عرصہ گزرا تھا تو اس کے ساتھ یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ عمرِ دُنیا میں سے باقی ماندہ عرصہ گذشتہ عرصہ کی نسبت بہت کم رہ گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے کئی مرتبہ اس بات کو وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قیامت کی گھڑی اَب قریب ہے اور اس امر میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ پھر ایک مقام پر فرمایا کہ لوگوں کے حساب کا وقت قریب آن پہنچا ہے۔ پھر کہا کہ قیامت کی گھڑی بالکل قریب ہے اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ اس کی علامات بھی ظاہر ہونا شروع ہوگئی ہیں۔ اِس مضمون سے متعلق قرآن مجید میں کئی اَور آیات بھی پائی جاتی ہیں۔ اے عقل مندو! اِن آیات سے یہ بات قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ دُنیا کی عمر کا باقی حصہ اس وقت سے بہت کم ہے جو گزر چکا یہاں تک کہ علاماتِ قیامت ظاہر ہوگئیں اور وعدے کا دِن قریب آگیا اور آنے والا وقت قریب آگیا اور گزرا ہؤا وقت دُور چلا گیا پس تُو اپنی نظر اس پر بار بار ڈال کیا تُو اس امر میں کوئی خلافِ واقعہ بات دیکھتا ہے۔ اور اس شخص پر اللہ کی سلامتی نازل ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور تم یہ معلوم کرچکے ہو کہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہمارے نبی مصطفٰے تک پانچ ہزار سال کے قریب مدّت گزر چکی ہے اور اس کی صداقت پر قرآن مجید نے گواہی دی ہے اور اہلِ کتاب بھی بغیر اختلاف کے اِس بات پر متفق ہیں۔ پس وہ مقدار کونسی ہے جو اس مقدار سے کم ہو۔ تم انصاف سے ہمیں بتاؤ کیا یہ عصر کا آخری وقت نہیں ہے۔ اگر تم اِس امر کو قبول کرنے میں گریز سے کام لو تو اس کے باوجود تمہیں اس اقرار سے کوئی چارہ نہیں کہ باقی رہنے والی مدّت بغیر اختلاف کے نصف سے بھی کم ہے۔ پس صحیح طریق سے ہٹ جانے کے باوجود تم نے اپنی اِس بات کیساتھ

بِقَوْلِكَ هٰذَا مَعَ هٰذَا الْاِعْتِسَافِ۔ فَلَزِمَ لَكَ اَنْ تُقِرَّ اَنَّ مِنْ مُدَّةِ عَهْدِ اٰدَمَ مَا كَانَتْ بَاقِيَةً اِلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَّا اَلْفَيْنِ وَعِدَّةٌ مِنْ مِئِيْنَ۔ وَهٰذَا هُوَ دَعْوَانَا فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ فَاِنَّا نَقُوْلُ اِنَّا بُعِثْنَا عَلٰى رَأْسِ اَلْفٍ اٰخِرٍ مِنْ اُلُوْفِ سِلْسِلَةِ اَبِى الْبَشَرِ وَخَاتِمَةِ الْاَلْفِ السَّادِسِ بِاِذْنِ اللّٰهِ اَرْحَمِ الرَّاحِمِيْنَ۔ وَهٰذَا هُوَ زَمَانُ الْمَسِيْحِ الَّذِىْ هُوَ اٰدَمُ اٰخِرِ الزَّمَانِ۔ وَهٰذِهٖ هِىَ حُجَّتِى الَّتِىْ اَقْرَرْتَ بِهَا يَا اَبَا الْعُدْوَانِ۔ فَانْظُرْ اِنَّكَ مُقِيَّدْتَ حَقَّ التَّقْيِيْدِ وَكَذَالِكَ يُصَفَّدُ كُلُّ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ اَهْلِ الْعِرْفَانِ۔ وَاللّٰهِ مَا نَبَّأَنَا بِالسَّاعَةِ وَنَبَّأَنَا بِالْاَلْفِ الَّذِىْ تَقَعُ السَّاعَةُ فِيْهَا وَعَرَّفَ بَعْضَ الْحَالَاتِ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَا نَعْلَمُ وَقْتَ السَّاعَةِ وَلَا مَلَكٌ فِى السَّمَاءِ۔ وَمَا نَعْلَمُ حَقِيْقَةَ السَّاعَةِ وَنَعْلَمُ اَنَّهَا انْقِلَابٌ عَظِيْمٌ وَيَوْمُ الْجَزَاءِ۔ وَ نُفَوِّضُ تَفَاصِيْلَهَا اِلٰى عَلِيْمٍ يَعْلَمُ حَقِيْقَةَ الْاِبْتِدَاءِ وَالْاِنْتِهَاءِ ثُمَّ نُعِيْدُ الْكَلَامَ وَنَقُوْلُ اَنَّ اللّٰهَ شَبَّهَ زَمَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقْتِ الْعَصْرِ۔ وَاِنْ شِئْتَ فَاقْرَءْ فِى الْقُرْاٰنِ سُوْرَةَ الْعَصْرِ۔ وَكَذَالِكَ جَاءَ ذِكْرُ الْعَصْرِ فِى الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ وَالْاَخْبَارِ الْمُوَثَّقَةِ

ہمارے دعویٰ کو تسلیم کر لیا۔ اِس بات سے تم پر یہ لازم آتا ہے کہ تم اِس بات کا بھی اقرار کرو کہ آدم علیہ السّلام کے زمانہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک دُنیا کی عمر صرف دو ہزار اور چند سَو سال باقی رہ گئی تھی اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ہم کہتے ہیں کہ ابو البشر آدم علیہ السّلام کے سلسلہ کے ہزاروں برسوں کے آخری ہزار سال کے سرے پر ہم مبعوث کئے گئے ہیں یعنی اللہ اَرحم الراحمین کے حکم سے چھٹے ہزار سال کے خاتمہ پر۔ اور یہ اس مسیح کا زمانہ ہے جو آخری زمانہ کا آدم ہے۔ اے زیادتی سے کام لینے والے یہی وہ میری دلیل ہے جس کے صحیح ہونے کا تم نے اقرار کر لیا ہے۔ پس دیکھو تم کس طرح مکمل طور پر جکڑ دیئے گئے ہو۔ اور ہر وہ شخص جو اہلِ عرفان سے اِعراض کرے اسے اسی طرح جکڑ دیا جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے ہمیں قیامت کے وقت کے متعلق کچھ نہیں بتلایا ہاں ہمیں اس ہزار سال کی خبر دی ہے جس میں قیامت برپا ہوگی۔ اور اس نے ہمیں بعض حالات کا علم دیا ہے اور بعض کا نہیں دیا۔ پس نہ تو ہم قیامت کے وقت کا عِلم رکھتے ہیں اور نہ کوئی آسمان میں فرشتہ اس کا عِلم رکھتا ہے اور ہم قیامت کی حقیقت کا عِلم نہیں رکھتے ہاں ہمیں اتنا عِلم ہے کہ وہ ایک انقلابِ عظیم اور روزِ جزاء ہوگا اور اس کی تفاصیل ہم خدائے علیم کے سپرد کرتے ہیں جو ابتداء اور انتہاء کی حقیقت کو جانتا ہے۔ پھر ہم بات کو دہراتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو عصر کے وقت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اگر آپ چاہیں تو قرآن مجید میں سُورۃ عصر پڑھ لیں اور اسی طرح احادیث صحیحہ اور پختہ متواتر خبروں میں عصر

الْمُتَوَاتِرَةِ حَتّٰى اَنَّهٗ تُوْجَدُ فِي الْبُخَارِيِّ وَالْمُوَطَّا وَغَيْرِهَا مِنَ الْكُتُبِ الْمُعْتَبَرَةِ۔ وَالسِّرُّ فِيْ هٰذَا
التَّشْبِيْهِ اَنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُوْسٰى بَعْدَ اِهْلَاكِ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى۔ وَجَعَلَهٗ اٰدَمَ لِلْاُمَّةِ الْجَدِيْدَةِ وَاَوْحٰى
اِلَيْهِ مَا اَوْحٰى۔ وَانْقَطَعَ سِلْسِلَةُ دِيْنِهٖ اِلٰى ثَلٰثِ مِائَةٍ بَعْدَ الْاَلْفِ دَنِيْفٍ وَكَذٰلِكَ اَرَادَ اللّٰهُ وَقَضٰى۔ ثُمَّ
بَعَثَ عِيْسٰى لِيُذَكِّرَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مَا نَسُوْهُ مِنَ التَّوْرَاةِ وَيُرَغِّبَهُمْ فِيْ اَخْلَاقٍ عُظْمٰى۔ وَانْقَطَعَتْ سِلْسِلَةُ
دِيْنِهٖ اِلٰى مُدَّةٍ هِيَ قَرِيْبٌ مِنْ نِصْفِ مُدَّةِ سِلْسِلَةِ مُوْسٰى۔ ثُمَّ بَعَثَ نَبِيَّهٗ مُحَمَّدًا خَيْرَ الْوَرٰى وَرَسُوْلَهُ
الْمُصْطَفٰى۔ عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ وَبَرَكَاتُهُ الْكُبْرٰى۔ وَجَعَلَ سِلْسِلَةَ الْاَخْيَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ اِلٰى
مُدَّةٍ هِيَ نِصْفُ النِّصْفِ الَّذِيْ اُعْطِيَ لِعِيْسٰى اَعْنِي الْقُرُوْنَ الثَّلٰثَةَ الَّتِي انْقَرَضَتْ اِلٰى ثَلٰثِ مِائَةٍ مِنْ
سَيِّدِنَا الْمُجْتَبٰى۔ فَكَانَ عَهْدُ اُمَّةِ مُوْسٰى يُضَاهِيْ نَهَارًا كَامِلًا تَمَامًا وَيُضَاهِيْ عَدَدُ مِائَتِهٖ عَدَدَ سَاعَاتِهٖ
وَعَهْدُ اُمَّةِ عِيْسٰى يُضَاهِيْ نِصْفَ النَّهَارِ فِيْ حَدِّ ذَاتِهٖ۔ وَاَمَّا عَهْدُ اَخْيَارِ اُمَّةِ خَيْرِ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ كَانُوْا
اِلَى الْقُرُوْنِ الثَّلٰثَةِ فَهُوَ يُضَاهِيْ نِصْفَ نِصْفِ النَّهَارِ اَعْنِيْ وَقْتَ الْعَصْرِ الَّذِيْ هُوَ ثُلُثُ سَاعَةٍ مِنَ الْاَيَّامِ

کا ذکر آیا ہے یہاں تک کہ یہ ذکر بخاری، مؤطا اور دیگر معتبر کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اور اس تشبیہ میں یہ راز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو قرونِ اولیٰ کے ہلاک کرنے کے بعد مبعوث فرمایا اور انہیں نئی اُمّت کا آدم بنایا اور ان کی طرف عظیم الشان وحی کی اور ان کے دین کا سلسلہ تقریباً تیرہ سَو سال بعد ختم ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یوں ہی ارادہ اور فیصلہ کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تا وہ بنی اسرائیل کو تورات کی اس تعلیم کو یاد دلائیں جسے وہ بھول چکے تھے۔ اور انہیں اَخلاقِ عظیمہ پر قائم ہونے کی رغبت دلائیں۔ آپ کے دین کا سلسلہ ایک ایسے زمانہ تک پہنچ کر ختم ہوگیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کے زمانہ کا نصف تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو افضل المخلوقات ہیں (آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، اس کی سلامتی اور بڑی برکتیں نازل ہوں) اور آپ کے بہترین متبعین کے سلسلہ کو اس مدّت تک لے گیا جو اس نصف مدّت کا نصف ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی یعنی تین صدیوں تک جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد گزریں۔ پس موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت کا زمانہ کامل اور تمام دِن کے مشابہ ہے۔ اس کے سینکڑوں کی تعداد دن کی ساعات کی تعداد کے برابر ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی اُمّت کا زمانہ حقیقتًہ اس دن کا نصف ہے۔ لیکن خیرالرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیارِ اُمّت کا زمانہ جو تین صدیوں تک تھے نصف دِن کے نصف کے مشابہ ہے یعنی عصر کے وقت تک جو اوسط دنوں کے وقت کا ایک تہائی بنتا ہے۔ پھر

الْمُتَوَسِّطَةِ ثُمَّ بَعْدَ ذَالِكَ لَيْلَةٌ لَيْلَاءُ بِقَدَرٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحِكْمَةٍ۔ وَهِيَ مَمْلُوَّةٌ مِنَ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ اِلٰى اَلْفِ سَنَةٍ۔ ثُمَّ بَعْدَ ذَالِكَ تَطْلُعُ شَمْسُ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ مِنْ فَضْلِ الرَّحْمٰنِ۔ فَهٰذَا مَعْنَى الْعَصْرِ الَّذِيْ جَاءَ فِي الْقُرْاٰنِ۔ هٰذَا مَا ظَهَرَ عَلَيْنَا مِنْ حَقِيْقَةِ وَقْتِ الْعَصْرِ وَلٰكِنْ مَعَ ذَالِكَ قُرْبُ الْقِيَامَةِ حَقٌّ صَحِيْحٌ ثَابِتٌ مِنَ الْفُرْقَانِ۔ وَلِلْقُرْاٰنِ وُجُوْهٌ عِنْدَ اَهْلِ الْعِرْفَانِ۔ فَهٰذَا وَجْهٌ وَذَالِكَ وَجْهٌ وَكِلَاهُمَا صَادِقَانِ عِنْدَ الْاِمْعَانِ۔ وَلَا يُنْكِرُهُ اِلَّا جَاهِلٌ ضَرِيْرٌ اَوْ مُتَعَصِّبٌ اَسِيْرٌ فِيْ حُجُبِ الْعُدْوَانِ۔ لِاَنَّ الْمَعْنَى الَّذِيْ قَدَّمْنَاهُ فِي الْبَيَانِ۔ يَحْصُلُ بِهِ التَّفَصِّيْ مِنْ بَعْضِ الْاَشْكَالِ الَّتِيْ تَخْتَلِجُ فِيْ جَنَانِ بَعْضِ عِطَاشِ الْعِرْفَانِ۔ مِنْ تَتَابُعِ وَسَاوِسِ الشَّيْطَانِ۔ ثُمَّ اِنَّ هٰذَا الْمَعْنٰى يُنْجِيْ حَدِيْثَ الْبُخَارِيِّ وَالْمُؤَطَّأِ مِنْ طَعْنِ الطَّعَّانِ۔ وَمِنِ اعْتِرَاضِ مُعْتَرِضٍ يَتَقَلَّدُ اَسْلِحَةً لِلطَّعْنَانِ۔ وَتَقْرِيْرُ الْاِعْتِرَاضِ اَنَّهٗ كَيْفَ يُمْكِنُ اَنْ يُّشَبَّهَ زَمَانُ الْاِسْلَامِ بِوَقْتِ الْعَصْرِ وَقَدْ سَاوٰى زَمَانُ هٰذَا الدِّيْنِ زَمَانَ مُوْسٰى وَزَادَ عَلٰى زَمَانِ دِيْنِ عِيْسٰى بَلْ جَاوَزَ ضِعْفَهٗ اِلٰى هٰذَا الْعَصْرِ نِسْبَةً اِلَى الزَّمَانِ الْمَذْكُوْرِ۔ بَلْ لَيْسَ هٰذَا الْبَيَانُ اِلَّا كِذْبًا فَاحِشًا

اس کے بعد اللہ کی تقدیر اور اس کی حکمت کے مطابق تاریک رات آ گئی جو ظلم اور جور سے بھری ہوئی تھی اور وہ ایک ہزار سال تک چلتی چلی گئی۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسیح موعود کا سُورج چڑھنا مقدر تھا۔ پس یہ معنی اس عصر کے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہے اور یہی وقتِ عصر کی حقیقت ہے جو ہم پر ظاہر ہوئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی قُربِ قیامت بالکل صحیح بات ہے جو قرآن کریم سے ثابت ہے اور اہلِ عرفان (عارفوں) کے نزدیک قرآن مجید کی مختلف توجیہات ہو سکتی ہیں پس یہ بھی ایک توجیہ ہے جو ہم نے لکھی ہے اور وہ بھی ایک توجیہ ہے جو پہلوں نے لکھی ہے اور غور کرنے پر دونوں توجیہات درست معلوم ہوتی ہیں اور اس کا انکار جاہل، اندھے اور سرکشی کے پردوں میں اسیر متعصب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا لیکن بات یہ ہے کہ جو معنے اپنے بیان میں ہم نے پہلے ذکر کئے ہیں ان سے ان بعض اشکال سے نجات ملتی ہے جو عرفان کے پیاسے دلوں میں شیطان کے بار بار کے وساوس سے پیدا ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ معنے بخاری اور مؤطا کی حدیث کو معترضین کے اعتراض سے بچاتے ہیں اور اس معترض کے اعتراض سے بھی بچاتے ہیں جو تنقید کی خاطر ہر وقت اسلحہ لٹکائے پھرتا ہے۔ معترض کا اعتراض یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام کے زمانہ کو عصر کے وقت سے تشبیہ دی جائے جبکہ دینِ اسلام کا زمانہ موسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ کے برابر ہے اور عیسیٰ علیہ السّلام کے دین کے زمانہ سے زیادہ ہے بلکہ اس عصر کے وقت تک اس کے دگنے زمانہ سے بھی بڑھ گیا ہے۔ پس اس زمانہ کی نسبت سے عصر کے بیان شدہ معنے کیسے درست ہوں گے بلکہ یہ

وَمِنْ اَشْنَعِ اَنْوَاعِ الزُّوْرِ۔ بَلْ ذَيْلُ الْاِعْتِرَاضِ طَوِيْلٌ مِنْ هٰذَا الْمَحْذُوْرِ۔ فَاِنَّ نَبَأَ نُزُوْلِ عِيْسٰى وَ خُرُوْجِ الدَّجَّالِ وَيَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ الَّذِيْ يَنْتَظِرُهٗ كَثِيْرٌ مِنَ الْعَامَّةِ۔ قَدْ ثَبَتَ كِذْبُهٗ بِهٰذَا الْاِيْرَادِ بِالْبَدَاهَةِ وَبِالضَّرُوْرَةِ۔ فَاِنَّ وَقْتَ الْعَصْرِ قَدْ مَضٰى بَلِ انْقَضٰى ضِعْفَاهُ مِنْ غَيْرِ الشَّكِّ وَالشُّبْهَةِ نَظَرًا اِلٰى زَمَانِ الْمِلَّةِ الْمُوْسَوِيَّةِ۔ فَمَا بَقِيَ لِظُهُوْرِ هٰذِهِ الْاَنْبَاءِ وَقْتٌ وَاضْطَرَّ الْمُنْتَظِرُوْنَ اِلٰى اَنْ يَّقُوْلُوْا اَنَّهَا بَاطِلَةٌ فِي الْحَقِيْقَةِ۔ وَمَا بَقِيَ سَبِيْلٌ لِتَصْدِيْقِهَا اِلَّا اَنْ يُّقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَخْبَارَ قَدْ وَقَعَتْ وَقَدْ نَزَلَ عِيْسَى النَّازِلُ وَخَرَجَ الدَّجَّالُ الْخَارِجُ۔ وَظَهَرَ يَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ وَ تَحَقَّقَ النَّسْلُ وَالْعُرُوْجُ۔ وَتَمَّتِ الْاَخْبَارُ الَّتِيْ قُدِّرَتْ۔ وَالرُّسُلُ اُقِّتَتْ فَلَمَّا قُلْنَا اَنَّ زَمَانَ اُمَّةِ مُوْسٰى كَانَ بَيْنَ هٰذِهِ الْاُمَمِ الثَّلٰثِ اَطْوَلُ الْاَزْمِنَةِ۔ وَكَانَ زَمَانُ اُمَّةِ عِيْسٰى نِصْفَهٗ وَكَانَ نِصْفُ هٰذَا النِّصْفِ زَمَانَ اَخْيَارِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ نَظَرًا اِلٰى تَحْدِيْدِ الْقُرُوْنِ الثَّلٰثَةِ۔ بَطَلَ هٰذَا الْاِعْتِرَاضُ وَانْكَشَفَ الْاَمْرُ عَلَى الَّذِيْ يَطْلُبُ الْحَقَّ بِسَلَامَةِ الطَّوِيَّةِ وَصِحَّةِ النِّيَّةِ۔ وَثَبَتَ بِالْقَطْعِ وَالْيَقِيْنِ اَنَّ زَمَانَ الْاُمَّةِ الْمَرْحُوْمَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ قَلِيْلٌ

بیان کھلا کھلا خلافِ واقعہ اور جھوٹ کی قسموں میں سے بدترین ہے اور اعتراض کی لمبائی تو ممنوع حد سے بھی آگے بڑھ گئی ہے کیونکہ نزولِ عیسیٰ، خروجِ دجّال اور یاجوج وماجوج کے نکلنے کی خبر جس کا اکثر عوام الناس انتظار کر رہے ہیں۔ بالبداہت اس کا جھوٹ اس ذکر سے ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ عصر کا وقت گزر چکا بلکہ ملّتِ موسویہ کے زمانہ کو دیکھتے ہوئے بغیر کسی شک وشُبہ کے اس سے چار گُنا وقت گزر چکا ہے۔ پس نزولِ عیسیٰ اور دیگر اخبار کے ظہور کے لئے اب کوئی وقت باقی نہیں رہ گیا اور ان خبروں کے منتظر یہ کہنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ یہ سب خبریں بالکل جھوٹ ہیں اور ان کی تصدیق کا کوئی راستہ باقی نہیں رہا سوائے اسکے کہ یہ کہا جائے کہ یہ پیشگوئیاں پوری ہوچکی ہیں اور نازل ہونے والا عیسیٰ نازل ہوچکا نیز دجّال کا خروج بھی ہوچکا اور یاجوج وماجوج بھی ظاہر ہوگئے اور ان کے دُنیا میں پھیل جانے اور اسلام کے آسمان پر چڑھ جانے کی خبر بھی پوری ہوگئی اور وہ تمام خبریں پوری ہوگئیں جو مقدر تھیں اور رسول جمع کر دئے گئے۔ اور جب ہم قرونِ ثلاثہ کی حد بندی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اُمّتِ موسیٰ کا زمانہ ان تینوں اُمّتوں کے درمیان سب سے لمبا زمانہ تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کی اُمّت کا زمانہ اس سے نصف تھا اور اس اُمّت کے بہترین لوگوں کا زمانہ مذکورہ نصف کا نصف تھا تو مذکورہ اعتراض باطل ہوجاتا ہے اور اس شخص پر حقیقت کُھل جاتی ہے جو صاف دِلی اور صحتِ نیت سے حق کو معلوم کرنا چاہتا ہے اور قطعی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اُمّتِ محمدیہ کا زمانہ اُمّتِ موسیٰؑ اور اُمّتِ عیسیٰؑ کے زمانہ سے کم

فِي الْحَقِيقَةِ مِنْ زَمَانِ الْأُمَّةِ الْمُوسَوِيَّةِ وَالْعِيسَوِيَّةِ۔ وَهٰذِهٖ مِنَّةٌ مِنَّا عَلَى الْمُخَالِفِينَ مِنَ الْفِرَقِ الْإِسْلَامِيَّةِ۔ وَلَمْ يَبْقَ لِعَاقِلٍ اِرْتِيَابٌ فِي هٰذَا الْبَيَانِ۔ بَلْ هُوَ مُوجِبٌ لِثَلْجِ الصَّدْرِ وَالْاِطْمِئْنَانِ۔ وَ بَطَلَ مَعَهٗ اِعْتِرَاضٌ يَرِدُ عَلٰى حَدِيثِ عُمُرِ الْأَنْبِيَاءِ۔ فَإِنَّ عُمُرَ عِيسٰى مِنْ جِهَةِ بَقَاءِ دِينِهٖ نِصْفُ عُمُرِ مُوسٰى كَمَا ظَهَرَ مِنْ غَيْرِ الْخَفَاءِ۔ وَعُمُرُ سَيِّدِنَا خَيْرِ الرُّسُلِ بِالنَّظَرِ إِلَى الْقُرُونِ الثَّلٰثَةِ نِصْفُ عُمُرِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ بِالْبَدَاهَةِ۔ ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ أَيَّامُ مَوْتِ الْإِسْلَامِ إِلٰى أَلْفِ سَنَةٍ۔ ثُمَّ بَعْدَ مَوْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْمَعْنٰى زَمَانُ الْمَسِيحِ الْمَوْعُودِ۔ الَّذِي يُشَابِهُ أَبَا بَكْرٍ فِي قَتْلِ الشَّيْطَانِ الْمَرْدُودِ۔ فَإِنَّ الْمَسِيحَ الْمَوْعُودَ قَدِ اسْتُخْلِفَ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ مِنْ حَيْثُ دِينِهٖ۔ مِنْ غَيْرِ فَاصِلَةٍ بَلْ قَبْلَ تَدْفِينِهٖ۔ وَأَشْرَكَهٗ رَبُّهٗ فِي نَبَإِ خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ أَعْنِي النَّبَأَ الَّذِي ذُكِرَ فِي صُحُفٍ مُطَهَّرَةٍ۔ وَوُفِّقَ كَمَا وُفِّقَ أَبُو بَكْرٍ وَأُعْطِيَ لَهُ الْعَزْمُ كَمِثْلِهٖ لِمَنْعِ سَيْلِ ضَلَالَةٍ مُهْلِكَةٍ۔ وَإِلَيْهِ أَشَارَ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰى فِي قَوْلِهٖ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ يَعْنِي مِنْ أَلْفِ سَنَةٍ۔ وَكَثُرَتِ الْاِسْتِعَارَاتُ كَمِثْلِهٖ فِي كُتُبِ

ہے اور فرقہائے اسلام میں سے مخالفین پر یہ ہمارا احسان ہے اور کسی عقل مند کے لئے اس بیان کے بعد شک کی گنجائش نہیں رہتی بلکہ یہ دل کے اطمینان اور تسلّی کا موجب ہے اور اس کے ساتھ وہ اعتراض باطل ہو جاتا ہے جو انبیاء کی عمر والی حدیث پر وارد ہوتا ہے کیونکہ بغیر کسی تاویل کے حضرت عیسٰیؑ کی عمر آپ کے دین کے بقاء کے لحاظ سے حضرت موسٰی علیہ السلام کی عمر کا نصف بنتی ہے اور سیّدنا خیر الرسل کی عمر آپ کی پہلی تین صدیوں کو دیکھتے ہوئے بالکل واضح طور پر عیسٰی ابن مریم کی عمر کا نصف بنتی ہے۔ اس کے بعد ایک ہزار سال تک اسلام پر موت کا زمانہ ہے پھر ان معنی کے رُو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد مسیح موعود کا زمانہ ہے جو شیطان مردود کے قتل کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ کے مشابہ ہے کیونکہ مسیح موعود کو دین کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد بلا فصل بلکہ تدفین سے بھی پہلے خلیفہ بنایا گیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اسے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی اس خبر میں شریک کر دیا ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے اور اس کو بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرح توفیق دی گئی اور مُہلک گمراہی کے سیلاب کو روکنے کے لئے ان جیسا عزم دیا گیا۔ اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے اپنے قول لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ میں اشارہ فرمایا ہے۔ أَلْفِ شَهْرٍ سے مراد یہاں أَلْفِ سَنَةٍ ہے اور ایسے استعارات کتب سابقہ میں کثرت سے آئے ہیں۔ (اسلام پر) اس ہزار سالہ موت کے بعد بعث بعد الموت

سَابِقَةٍ ۔ ثُمَّ بَعْدَ ذَالِكَ الْأَلْفِ زَمَانُ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَزَمَانُ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ۔ فَقَدْ تَمَّ الْيَوْمَ أَلْفُ الضَّلَالَةِ وَالْمَوْتِ وَجَاءَ وَقْتُ بَعْدَ الْإِسْلَامِ الْمَوْءُوْدِ۔ وَتَمَّتْ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ أَيُّهَا الْمُنْكِرُوْنَ۔ فَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الظَّانِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ۔ وَعُدُّوْا أَيَّامَ اللّٰهِ أَيُّهَا الْعَادُّوْنَ۔ وَإِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ الْمَلْعُوْنُ ۔ وَإِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ مَلْحَمَةٍ عُظْمٰى أَيُّهَا الْمُجَاهِدُوْنَ الْخَاطِئُوْنَ۔ وَأَيَّامُ نُزُوْلِ الْمَسِيْحِ وَخُرُوْجِ الشَّيْطَانِ بِغَضَبٍ مَا رَآهُ السَّابِقُوْنَ۔ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ رَأَى الزَّمَانَ قَدِ انْقَضٰى۔ وَإِنَّ وَقْتَ الْمُهْلَةِ مَضٰى۔ وَيَوْمُ الْبَعْثِ أَتٰى۔ وَمَا كَانَتِ الْمُهْلَةُ إِلَّا إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ۔ وَإِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْهِ بَعْدَ مَا أَتٰهُمْ شَهَادَةٌ مِّنَ الْفُرْقَانِ ۔ إِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ وَمَا بَقِيَ لَهُمْ حَقٌّ لِيَكْفُرُوْا بِسُلْطَانٍ نَزَلَ مِنَ الرَّحْمٰنِ۔ وَتَمَّتْ عَلَيْهِمْ حُجَّةُ اللّٰهِ الدَّيَّانِ۔ لَا يُرِيْدُوْنَ الْحَقَّ وَلَا الْهُدٰى۔ وَيُنْفِدُوْنَ الْأَعْمَارَ فَرِحِيْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ بِهٰذِهِ الدُّنْيَا۔ أَلَمْ يَأْتِهِمْ مَا أَتَى الْأُمَمَ الْأُوْلٰى۔ أَلَمْ يَرَوْا أٰيَاتٍ كُبْرٰى۔ أَمَا جَاءَ رَأْسُ الْمِائَةِ وَفَسَادُ الْأُمَّةِ وَالْفِتَنُ الْعُظْمٰى۔ مِنَ

اور مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ پس آج ضلالت اور موت کا ہزار سال پُورا ہو گیا اور زندہ درگور اسلام کے بعد کا وقت آگیا۔ اور اے منکرو! تم پر اللہ کی حجت پوری ہو گئی۔ پس تم اللہ پر بدگمانی کرنے والے نہ بنو۔ اور اے گننے والو! اللہ تعالیٰ کے دنوں کو گنو۔ اور اللہ کا وعدہ یقیناً سچّا ہے۔ پس تمہیں یہ دنیوی زندگی اور شیطانِ لعین دھوکہ نہ دے۔ اے خطا کار مجاہدو! یہ زمانہ بڑی جنگ کا زمانہ ہے اور نزولِ مسیح اور شیطان کے سخت غضب کے ساتھ نکلنے کا زمانہ ہے جسے پہلوں نے نہیں دیکھا شیطان نے دیکھ لیا ہے کہ اس کا زمانہ ختم ہو گیا اور اس کو دی گئی مُہلت کی میعاد پوری ہو گئی اور یومِ بعث آگیا اور اس کو دی گئی مُہلت صرف اس دن تک تھی جبکہ مُردوں نے اُٹھائے جانا تھا۔ یہ خدائے رحمٰن کا وعدہ تھا۔ اور مُرسلوں نے جو کہا تھا وہ سچ ثابت ہو گیا۔ اور وہ لوگ جو قرآن مجید کی شہادت آجانے کے بعد بھی اس کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں ان کے سینوں میں کبر ہے اور انہیں اس دلیل سے انکار کرنے کا کوئی حق نہیں جو خدائے رحمٰن کی طرف سے آئی ہے۔ ان پر فیصلہ کرنے والے خدا کی حجت پوری ہو گئی۔ وہ حق اور ہدایت کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ اور وہ اپنی عمریں اِس دُنیا کی نعمتوں پر خوش ہو کر ختم کر رہے ہیں۔ کیا ان کے پاس وہ بات نہیں آئی جو پہلی اُمتوں کے پاس آئی تھی۔ کیا انہوں نے عظیم الشان نشانات نہیں دیکھے۔ کیا انہوں نے صدی کا سَر اور فسادِ اُمّت اور اعدائے مِلّت کی طرف سے بڑے بڑے فتنے اور رمضان کے مہینہ میں خسوف و کسوف اور دوسری علامتیں

اَعْدَاءِ الْمِلَّةِ وَالْكُسُوْفِ وَالْخُسُوْفِ فِیْ رَمَضَانَ وَمَعَالِمُ اُخْرٰی ۔ فَاِنْ كُنْتُمْ صَالِحِیْنَ فَاَیْنَ التَّقْوٰی۔
اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ عَلِمْتُمْ مِمَّا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ اَنَّ اَعْدَادَ سُوْرَةِ الْعَصْرِ بِحِسَابِ الْجُمَلِ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الزَّمَانَ الْمَاضِیَ مِنْ وَقْتِ اٰدَمَ اِلٰی نُزُوْلِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ كَانَ سَبْعَ مِائَةِ سَنَةٍ بَعْدَ اَرْبَعَ اٰلَافٍ ۔ هٰذَا مَا كَشَفَ عَلَیَّ رَبِّیْ فَعَلِمْتُ بَعْدَ انْكِشَافٍ وَشَهِدَ عَلَیْهِ تَارِیْخٌ اِتَّفَقَ عَلَیْهِ جَمْهُوْرُ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ غَیْرِ خِلَافٍ ۔ وَقَدْ زَادَ عَلٰی تِلْكَ الْمُدَّةِ اِلٰی یَوْمِنَا هٰذَا ثَلٰثُ مِائَةٍ بَعْدَ الْاَلْفِ۔ وَاِذَا جَمَعْنَاهُمَا فَهُوَ سِتَّةُ اٰلَافٍ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنَ السَّلَفِ۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۷)

دلیل زمانہ کے آخری ہونے پر یہ ہے کہ قرآن شریف کی سُورۂ عصر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہزار ششم پر واقع ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے یہ چھٹا ہزار جاتا ہے اور ایسا ہی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ آدم سے لے کر اخیر دُنیا تک کی عمر سات ہزار سال ہے۔ لہٰذا آخر ہزار ششم وہ آخری حصہ اِس دُنیا کا ہؤا جس سے ہر ایک جسمانی اور رُوحانی تکمیل وابستہ ہے کیونکہ خدائی کارخانۂ قدرت میں چھٹے دِن اور چھٹے ہزار کو الٰہی فعل کی تکمیل کے لئے قدیم سے مقرر فرمایا گیا ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام چھٹے دن میں یعنی بروز جمعہ دن کے آخر حصے میں پیدا ہوئے یعنی آپ کے وجود کا تمام وکمال پیرایہ چھٹے دن ظاہر ہؤا گو خمیر آدم کا آہستہ آہستہ تیار ہو رہا تھا اور تمام جمادی نباتی حیوانی پیدائشوں کے ساتھ بھی شریک تھا لیکن کمال خلقت کا دن چھٹا دن تھا اور قرآن شریف بھی گو آہستہ آہستہ پہلے سے نازل ہو رہا تھا مگر اس کا کامل وجود بھی چھٹے دن ہی بروز جمعہ اپنے کمال کو پہنچا اور آیت اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ[1] نازل ہوئی اور انسانی نطفہ

پوری ہوتی نہیں دیکھیں۔ اگر تم صالح ہو تو تقویٰ کہاں گیا۔

اے لوگو! تم معلوم کر چکے ہو جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حساب جمل کے لحاظ سے سورۂ عصر کے اعداد اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے اِس سورۃ کے نزول کے زمانہ تک کا وقت چار ہزار سات سَو سال کے قریب بنتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انکشاف کیا۔ سو میں نے اس انکشاف کے بعد حقیقت کو جان لیا اور تاریخ نے بھی اِس کے درست ہونے کی شہادت دے دی اور بغیر اختلاف کے جمہور اہلِ کتاب بھی اس سے متفق ہیں اور اس مدت پر ہمارے اس دن تک تیرہ سَو سال مزید گزر چکے ہیں۔ اور جب ہم ان دونوں مدتوں کو جمع کریں تو یہ چھ ہزار سال بن جاتے ہیں جیسا کہ سابق محققین کا مذہب ہے۔

---

[1] سورۃ المائدۃ : ۴

بھی اپنے تغیرات کے چھٹے مرتبہ ہی خلقتِ بشری سے پورا حصہ پاتا ہے جس کی طرف آیت ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ[1] میں اشارہ ہے اور مراتب ستہ یہ ہیں (۱) نطفہ (۲) علقہ (۳) مضغہ (۴) عظام (۵) لحم محیط العظام (۶) خلقِ آخر۔ اس قانونِ قدرت سے جو روزِ ششم اور مرتبہ ششم کی نسبت معلوم ہوچکا ہے ماننا پڑتا ہے کہ دُنیا کی عمر کا ہزار ششم بھی یعنی اس کا آخری حصہ بھی جس میں ہم ہیں کسی آدم کے پیدا ہونے کا وقت اور کسی دینی تکمیل کے ظہور کا زمانہ ہے۔ جیسا کہ براہینِ احمدیہ کا یہ الہام کہ اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ اور یہ الہام کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ اس پر دلالت کر رہا ہے اور یاد رہے کہ اگرچہ قرآن شریف کے ظاہر الفاظ میں عمرِ دُنیا کی نسبت کچھ ذکر نہیں لیکن قرآن شریف میں بہت سے ایسے اشارات بھرے پڑے ہیں جن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمرِ دُنیا یعنی دَورِ آدم کا زمانہ سات ہزار سال ہے۔ چنانچہ منجملہ ان اشاراتِ قرآنی کے ایک یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عصر تک جو عہدِ نبوّت ہے یعنی تئیس برس کا تمام و کمال زمانہ یہ کُل مدّت گذشتہ زمانہ کے ساتھ ملا کر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دُنیا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روزِ وفات تک قمری حساب سے ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الف خامس میں جو مریخ کی طرف منسوب ہے مبعوث ہوئے ہیں اور شمسی حساب سے یہ مدّت ۴۵۹۸ ہوتی ہے اور عیسائیوں کے حساب سے جس پر تمام مدار بائیبل کا رکھا گیا ہے ۴۶۳۶ برس ہیں یعنی حضرت آدمؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اخیر زمانہ تک ۴۶۳۶ برس ہوتے ہیں۔ اِس سے ظاہر ہوا کہ قرآنی حساب جو سورۃ العصر کے اعداد سے معلوم ہوتا ہے اور عیسائیوں کی بائیبل کے حساب میں جس کے رُو سے بائیبل کے حاشیہ پر جابجا تاریخیں لکھتے ہیں صرف اٹھتیس برس کا فرق ہے اور یہ قرآن شریف کے علمی معجزات میں سے ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس پر تمام افرادِ اُمتِ محمدیہ میں سے خاص مجھ کو جو مَیں مہدیٔ آخر الزمان ہوں اطلاع دی گئی ہے تا قرآن کا یہ علمی معجزہ اور نیز اس سے اپنے دعویٰ کا ثبوت لوگوں پر ظاہر کروں اور ان دونوں حسابوں کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ جس کی خدا تعالیٰ نے سورۃ والعصر میں قسم کھائی الف خامس ہے یعنی ہزار پنجم جو مریخ کے اثر کے ماتحت ہے اور یہی بھید ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن مفسدین کے قتل اور خوں ریزی کے لئے حکم فرمایا گیا جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا اور قتل کرنا چاہا اور اُن کے استیصال کے درپے ہوئے اور یہی خدا تعالیٰ کے حکم اور اذن سے مریخ کا اثر ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعث اوّل کا زمانہ ہزار پنجم ہے جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنی

---

[1] سورۃ المؤمنون : ۱۵

یہ بعث اوّل جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۱ تا ۹۶)

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عمرِ دُنیا ہزار سال ہے اور انس بن مالک سے روایت ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک مسلمان کی حاجت براری کرے اس کے لئے عمرِ دُنیا کے اندازہ پر دن کو روزہ رکھنا اور رات کو عبادت کرنا لکھا جاتا ہے اور عمرِ دُنیا سات ہزار سال ہے۔ دیکھو تاریخ ابنِ عساکر اور نیز وہی مؤلف انسؓ سے مرفوعاً روایت کرتا ہے کہ عمرِ دُنیا آخرت کے دنوں میں سے سات دن یعنی حسبِ منطوق اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ[1] سات ہزار سال ہے۔ اِس آیت کے یہ معنے ہیں کہ تمہارا ہزار سال خدا کا ایک دن ہے۔ ایسا ہی طبرانی نے اور نیز بیہقی نے دلائل میں اور سُہیلی نے روض الانف میں عمرِ دُنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال روایت کی ہے ایسا ہی بطریق صحیح ابنِ عباس سے منقول ہے کہ دُنیا سات دن ہیں اور ہر ایک دن ہزار سال کا ہے اور بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر ہزار ہفتم میں ہے مگر یہ حدیث دو پہلو سے موردِ اعتراض ہے جس کا دفع کرنا ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ اِس حدیث کو بعض دوسری حدیثوں سے تناقض ہے کیونکہ دوسری احادیث میں یوں لکھا ہے کہ بعثتِ نبوی آخر ہزار ششم میں ہے اور اس حدیث میں ہے کہ ہزار ہفتم میں ہے پس یہ تناقض تطبیق کو چاہتا ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ امرِ واقعی اور صحیح یہ ہے کہ بعثتِ نبوی ہزار ششم کے آخر میں ہے جیسا کہ نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ بالاتفاق گواہی دے رہی ہیں لیکن چونکہ آخری صدی کا یا مثلاً آخر ہزار کا اُس صدی یا ہزار کا سر کہلاتا ہے جو اس کے بعد شروع ہونے والا ہے اور اس کے ساتھ پیوستہ ہے اِس لئے یہ محاورہ ہر ایک قوم کا ہے کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصّے کو جس پر گویا صدی ختم ہونے کے حکم میں ہے دوسری صدی پر جو اس کے بعد شروع ہونے والی ہے اطلاق کر دیتے ہیں مثلاً کہہ دیتے ہیں کہ فلاں مجدد بارھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا تھا گو وہ گیارھویں صدی کے اخیر پر ظاہر ہوا ہو یعنی گیارھویں صدی کے چند سال رہتے اس نے ظہور کیا ہو۔ اور پھر بسا اوقات بباعث تسامح کلام یا قصورِ فہم راویوں کی وجہ سے یا بوجہ عدم ضبط کلماتِ نبویہ اور ذہول کے جو لازم نشأ بشریت ہے کسی قدر اَور بھی تغیّر ہو جاتا ہے۔ سو اِس قسم کا تعارض قابلِ التفات نہیں بلکہ درحقیقت یہ کچھ تعارض ہی نہیں۔ یہ سب باتیں عادت اور محاورہ میں داخل ہیں کوئی عقلمند اس کو تعارض نہیں سمجھے گا۔

(۲) دوسرا پہلو جس کے رُو سے اعتراض ہوتا ہے کہ بموجب اس حساب کے جو یہود اور نصاریٰ میں محفوظ اور متواتر چلا آتا ہے جس کی شہادت اعجازی طور پر کلامِ معجز نظام قرآن شریف میں بکمال لطافت بیان موجود ہے

[1] سورۃ الحج : ۴۸

جیسا کہ ہم نے متن میں مفصّل بیان کر دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب کے رُو سے ۴۷۳۹ برس بعد میں مبعوث ہوئے ہیں اور شمسی حساب کے رُو سے ۴۵۹۸ برس بعد آدم صفی اللہ حضرت نبیّنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے پس اِس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار پنجم میں یعنی الف خامس میں ظہور فرما ہوئے نہ کہ ہزار ششم میں اور یہ حساب بہت صحیح ہے کیونکہ یہود اور نصاریٰ کے علماء کا تواتر اسی پر ہے اور قرآن شریف اسی کا مصدّق ہے اور کئی اَور وجوہ اور دلائلِ عقلیہ جن کی تفصیل موجبِ تطویل ہے قطعی طور پر اِس بات پر جزم کرتی ہیں کہ مابین سیّدنا محمد مصطفٰے اور آدم صفی اللہ میں یہی فاصلہ ہے اس سے زیادہ نہیں۔ گو آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کی تاریخ لاکھوں برس ہوں یا کروڑہا برس ہوں جس کا علم خدا تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ہمارے ابوالنوع آدم صفی اللہ کی پیدائش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک یہی مدّت گذری تھی یعنی ۴۷۳۹ برس بحساب قمری اور ۴۵۹۸ برس بحساب شمسی اور جبکہ قرآن اور حدیث اور تواترِ اہلِ کتاب سے یہی مدّت ثابت ہوتی ہے تو یہ بات بدیہی البطلان ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار ششم کے آخر پر مبعوث ہوئے تھے کیونکہ اگر وہ آخر ہزار ششم تھا تو اَب تیرہ سوسترہ اور اس کے ساتھ ملا کر سات ہزار تین سَوسترہ ہوں گے حالانکہ بالاتفاق تمام احادیث کے رُو سے عمرِ دُنیا کُل سات ہزار برس قرار پایا تھا تو گویا اب ہم دُنیا کے باہر زندگی بسر کر رہے ہیں اور گویا اَب دُنیا کو ختم ہوئے تین سَو سترہ برس گذر گئے۔ یہ کس قدر لغو اور بیہودہ خیال ہے جس کی طرف ہمارے علماء نے کبھی توجّہ نہیں کی۔ ایک بچّہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ احادیثِ صحیحہ متواترہ کے رُو سے عمرِ دُنیا یعنی حضرت آدم سے لیکر اخیر تک سات ہزار برس قرار پائی تھی اور قرآن شریف میں بھی آیت اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ اللّٰہِ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا اور اہلِ کتاب یہود اور نصاریٰ کا بھی یہی مذہب ہوا اور خدا تعالیٰ کا سات دن مقرر کرنا اور اُن کے متعلق سات ستارے مقرر کرنا اور سات آسمان اور سات زمین کے طبقے جن کو ہفت اقلیم کہتے ہیں قرار دینا اور یہ سب اسی طرف اشارات ہیں تو پھر کونسا حساب ہے جس کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو الف سادس یعنی ہزار ششم قرار دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو آج کی تاریخ تک تیرہ سَو سترہ برس اور چھ مہینے اُوپر گذر گئے تو پھر اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ چھٹا ہزار تھا تو یہ ہمارا زمانہ کہ جو تیرہ سَو برس بعد آیا دُنیا کی عمر کے اندر کیونکر رہ سکتا ہے۔ ذرا چھ ہزار اور تیرہ سَو برس کی میزان تو کرو۔ غرض یہ اعتراض ہے جو اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں لکھا ہے کہ عمرِ دُنیا کی سات ہزار برس ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر ہزار ششم میں مبعوث ہوئے۔ اور اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں اور اس پر نصِ قطعی آیتِ کریمہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ہے۔

تمام اکابر مفسرین اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اِس اُمّت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہؓ کے رنگ میں ہوں گے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اور ہدایت پائیں گے۔ پس جب کہ یہ نصِ صریح قرآن شریف سے ثابت ہوکہ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہؓ پر جاری ہؤا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اَور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا اور اِس تقریر سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں یا بہ تبدیلِ الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دُنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدیٔ معہود کے ظہور سے پُورا ہؤا۔ غرض جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہوئے تو جو بعض حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار ششم کے اخیر میں مبعوث ہوئے تھے اس سے بعث دوم مراد ہے جو نصِ قطعی آیت کریمہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ[1] سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں صرف پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی انتظار کر رہے ہیں مگر قرآن شریف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ افاضہ بغیر بعث غیر ممکن ہے اور بعث بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے اور حاصل اِس آیت کریمہ یعنی وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا یہی ہے کہ دُنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہوکر ایسا ہی افاضہ کرے گا جیساکہ وہ ہزار پنجم میں افاضہ کرتا تھا اور مبعوث ہونے کے اِس جگہ یہی معنی ہیں کہ جب ہزار ششم آئے گا اور مہدیٔ موعود اس کے آخر میں ظاہر ہوگا تو گو بظاہر مہدیٔ معہود کے توسط سے دُنیا کو ہدایت ہوگی لیکن دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی نئے سرے اصلاحِ عالَم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کرے گی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مبعوث ہوکر دُنیا میں آگئے ہیں۔ یہی معنے اِس آیت کے ہیں کہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ پس یہ خبر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث دوم کے متعلق ہے جس کے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا۔ اِس حدیث سے اِس بات کا قطعی فیصلہ ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہرِ تجلیاتِ محمدیہ ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے اور بعض علماء کا اِس جگہ یہ تاویل کرنا کہ عمرِ دُنیا سے مراد گذشتہ عمر ہے یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ تمام حدیثیں بحیثیت پیشگوئی کرنے کے ہیں اور حدیث ہفت پایۂ ممبر خواب میں دیکھنے کی

[1] سورۃ الجمعۃ : ۴

بھی اسی کی مؤید ہے اور اِس بارے میں جو عقیدہ مقبولۃ الاجماع یہود و نصاریٰ ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور گذشتہ نبیوں کے سلسلہ پر نظر کرنے سے یہی تخمینہ قیاساً سمجھ میں آتا ہے اور یہ کہنا کہ آئندہ کی تو خدا نے کسی کو خبر نہیں دی کہ کب قیامت آئے گی یہ بیشک صحیح ہے مگر عمرِ دُنیا کی سات ہزار برس قرار دینے سے اِس امر کے بارے میں کہ کس گھڑی قیامت برپا ہوگی کوئی دلیل قطعی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ سات ہزار کے لفظ سے یہ مستنبط نہیں ہوتا کہ ضرور سات ہزار برس پُورا کر کے قیامت آجائے گی وجہ یہ کہ اول تو یہ امر مشتبہ رہے گا کہ اِس جگہ خدا تعالیٰ نے سات ہزار سے شمسی حساب کی مدت مراد لی ہے یا قمری حساب کی۔ اور شمسی حساب سے اگر سات ہزار سال ہو تو قمری حساب سے قریباً دوسَو برس اَور اُوپر چاہیئے اور ماسوا اس کے چونکہ عرب کی عادت میں یہ داخل ہے کہ وہ کسور کو حساب سے ساقط رکھتے ہیں اور مخلِ مطلب نہیں سمجھتے اِس لئے ممکن ہے کہ سات ہزار سے اِس قدر زیادہ بھی ہو جائے جو آٹھ ہزار تک نہ پہنچے مثلاً دو تین سَو برس اَور زیادہ ہو جائیں تو اس صورت میں باوجود بیان اس مدت کے وہ خاص ساعت تو مخفی کی مخفی ہی رہی اور یہ مدت بطور ایک علامت کے ہوئی جیسا کہ انسان کی موت کی گھڑی جو قیامتِ صغریٰ ہے مخفی ہے مگر یہ علامت ظاہر ہے کہ ایک سَو بیس برس تک انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور پیرانہ سالی بھی اس کی موت کی ایک علامت ہے۔ ایسا ہی امراضِ مُہلکہ بھی علاماتِ موت ہیں اور نیز اِس میں کیا شک ہے کہ قرآن شریف میں قُربِ قیامت کی بہت سی علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں اور ایسا ہی احادیث میں بھی پس منجملہ ان کے سات ہزار سال بھی ایک علامت ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ قیامت بھی کئی قسم پر مُنقسم ہے اور ممکن ہے کہ سات ہزار سال کے بعد کوئی قیامتِ صغریٰ ہو جس سے دُنیا کی ایک بڑی تبدیلی مراد ہو نہ قیامتِ کبریٰ۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۱ تا ۹۵ حاشیہ)

میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار برس میں سے گیارہ برس رہتے تھے سو جیسا کہ آدم علیہ السلام اخیر حصّہ میں پیدا ہؤا ایسا ہی میری پیدائش ہوئی۔ خدا نے منکروں کے عذروں کو توڑنے کے لئے یہ خوب بندوبست کیا ہے کہ مسیح موعود کے لئے چار ضروری علامتیں رکھ دی ہیں (۱) ایک یہ کہ اس کی پیدائش حضرت آدمؑ کی پیدائش کے رنگ میں آخر ہزار ششم میں ہو (۲) دوسری یہ کہ اس کا ظہور و بروز صدی کے سر پر ہو (۳) تیسری یہ کہ اسکے دعویٰ کے وقت آسمان پر رمضان کے مہینہ میں خسوف و کسوف ہو (۴) چوتھی یہ کہ اس کے دعویٰ کے وقت میں بجائے اُونٹوں کے ایک اَور سواری دُنیا میں پیدا ہو جائے۔ اَب ظاہر ہے کہ چاروں علامتیں ظہور میں آچکی ہیں چنانچہ مدت ہوئی کہ ہزار ششم گذر گیا اور اَب قریباً پچاسواں سال اس پر زیادہ جا رہا ہے اور اَب دُنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے اور صدی کے سر پر سے بھی سترہ برس گذر گئے اور خسوف و کسوف پر بھی کئی سال گذر چکے اور اُونٹوں کی جگہ ریل کی سواری بھی نکل آئی پس اَب قیامت تک کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مَیں مسیح موعود

ہوں کیونکہ اَب مسیح موعود کی پیدائش اور اس کے ظہور کا وقت گذر گیا۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵ حاشیہ درحاشیہ)

یہ ایک باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث دوم میں تجلّیِ اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسمِ احمد کی تجلی ہے کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے اور ہزار ششم کا تعلق ستارہ مُشتری کے ساتھ ہے جو کوکبِ ششم منجملہ خُنّس کُنّس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ ماموریں کو خوں ریزی سے منع کرتا اور عقل اور دانش اور موادِ استدلال کو بڑھاتا ہے اِس لئے اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں بھی اسمِ محمدؐ کی تجلّی سے جو جلالی تجلّی ہے اور جمالی تجلّی کے ساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلّی بھی رُوحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ کے مشابہہ ہوگئی ہے کیونکہ اس وقت جلالی تجلّی کی تاثیر قہرِ سیفی نہیں بلکہ قہرِ استدلالی ہے وجہ یہ کہ اس وقت کے مبعوث پر پرتوۂ ستارہ مُشتری ہے نہ پرتوۂ مریخ۔ اِسی وجہ سے بار بار اِس کتاب میں لکھا گیا ہے کہ ہزار ششم فقط اسمِ احمد کا مظہرِ اتم ہے جو جمالی تجلّی کو چاہتا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶ حاشیہ)

قرآن شریف کے حروف اور ان کے اعداد بھی معارفِ مخفیہ سے خالی نہیں ہوتے۔ مثلاً سورۃ والعصر کی طرف دیکھو کہ ظاہری معنوں کی رُو سے یہ بتلاتی ہے کہ یہ دُنیوی زندگی جس کو انسان اِس قدر غفلت سے گذار رہا ہے آخری یہی زندگی ابدی خسران اور وبال کا موجب ہو جاتی ہے اور اس خسران سے وہی بچتے ہیں جو خدائے واحد پر سچّے دل سے ایمان لے آتے ہیں کہ وہ موجود ہے اور پھر ایمان کے بعد کوشش کرتے ہیں کہ اچھے اچھے عملوں سے اس کو راضی کریں اور پھر اسی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ اِس راہ میں ہمارے جیسے اَور بھی ہوں جو سچائی کو زمین پر پھیلاویں اور خدا کے حقوق پر کاربند ہوں اور بنی نوع پر بھی رحم کریں لیکن اِس سورت کے ساتھ یہ ایک عجیب معجزہ ہے کہ اس میں آدم کے زمانہ سے لے کر آنحضرتؐ کے زمانہ تک دُنیا کی تاریخ اَبجد کے حساب سے یعنی حسابِ جمل سے بتلائی گئی ہے۔ غرض قرآن شریف میں ہزارہا معارف و حقائق ہیں اور درحقیقت شمار سے باہر ہیں۔ (نزول المسیح صفحہ ۴۴)

ہمارا عقیدہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے اگر چاہے تو کروڑوں مرتبہ زمین و آسمان کو فنا کر کے پھر ایسے ہی بنا دے اور اُس نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آدم جو پہلی اُمتوں کے بعد آیا جو ہم سب کا باپ تھا اس کے دُنیا میں آنے کے وقت سے یہ سلسلہ انسانی شروع ہوا ہے اور اس سلسلہ کی عمر کا پورا دَور سات ہزار برس تک ہے۔ یہ سات ہزار خدا کے نزدیک ایسے ہیں جیسے انسانوں کے سات دن۔ یاد رہے کہ قانونِ الٰہی نے مقرر کیا ہے کہ ہر ایک اُمت کے لئے سات ہزار برس کا دَور ہوتا ہے اسی دَور کی طرف اشارہ کرنے کے لئے انسانوں میں سات دن مقرر کئے گئے ہیں۔ غرض بنی آدم کی عمر کا دَور سات ہزار برس مقرر

ہے اور اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچ ہزار برس کے قریب گذر چکا تھا یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ خدا کے دنوں میں سے پانچ دن کے قریب گذر چکے تھے جیسا کہ سورۃ والعصر میں یعنی اس کے حروف میں ابجد کے لحاظ سے قرآن شریف میں اشارہ فرما دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب وہ سورۃ نازل ہوئی تب آدم کے زمانہ پر اسی قدر مدت گذر چکی تھی جو سورۃ موصوفہ کے عددوں سے ظاہر ہے۔ اسی حساب سے انسانی نوع کی عمر میں سے اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گذر چکے ہیں اور ایک ہزار برس باقی ہیں۔ قرآن شریف میں بلکہ اکثر پہلی کتابوں میں بھی یہ نوشتہ موجود ہے کہ وہ آخری مُرسل جو آدم کی صورت پر آئے گا اور مسیح کے نام سے پکارا جائے گا ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوا۔ یہ تمام نشان ایسے ہیں کہ تدبّر کرنے والے کے لئے کافی ہیں اور ان سات ہزار برس کی قرآن شریف اور دوسری خدا کی کتابوں کے رُو سے تقسیم یہ ہے کہ پہلا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا زمانہ ہے اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلّط کا زمانہ ہے اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا۔ اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلّط کا اور پھر پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا۔ (یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سیّد و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا) اور پھر چھٹا ہزار شیطان کے کُھلنے اور مسلّط ہونے کا زمانہ ہے جو قرونِ ثلاثہ کے بعد شروع ہوتا اور چودھویں صدی کے سر پر ختم ہو جاتا ہے اور پھر ساتواں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ہر ایک خیر و برکت اور ایمان اور صلاح اور تقویٰ اور توحید اور خدا پرستی اور ہر ایک قسم کی نیکی اور ہدایت کا زمانہ ہے۔ اب ہم ساتویں ہزار کے سر پر ہیں اِس کے بعد کسی دوسرے مسیح کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ زمانے سات ہی ہیں جو نیکی اور بدی میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ اِس تقسیم کو تمام انبیاء نے بیان کیا ہے کسی نے اجمال کے طور پر اور کسی نے مفصّل طور پر اور یہ تفصیل قرآن شریف میں موجود ہے جس سے مسیح موعود کی نسبت قرآن شریف میں سے صاف طور پر پیشگوئی نکلتی ہے۔

(لیکچر لاہور صفحہ ۳۸ تا ۴۰)

تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لے کر اخیر تک دُنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے اور ہدایت اور گمراہی کے لئے ہزار ہزار سال کے دَور مقرر کئے ہیں یعنی ایک وہ دَور ہے جس میں ہدایت کا غلبہ ہوتا ہے اور دوسرا وہ دَور ہے جس میں ضلالت اور گمراہی کا غلبہ ہوتا ہے اور جیسا کہ مَیں نے بیان کیا خدا تعالیٰ کی کتابوں میں یہ دونوں دَور ہزار ہزار برس پر تقسیم کئے گئے ہیں اوّل دَور ہدایت کے غلبہ کا تھا۔ اس میں بُت پرستی کا نام و نشان نہ تھا۔ جب یہ ہزار سال ختم ہوا تب دوسرے دَور میں جو ہزار سال کا تھا طرح طرح کی بُت پرستیاں دُنیا میں شروع ہو گئیں اور شرک کا بازار گرم ہو گیا اور ہر ایک ملک

میں بُت پرستی نے جگہ لے لی۔ پھر تیسرا دَور جو ہزار سال کا تھا اس میں توحید کی بُنیاد ڈالی گئی اور جس قدر خدا نے چاہا دُنیا میں توحید پھیل گئی۔ پھر ہزار چہارم کے دَور میں ضلالت نمودار ہوئی اور اسی ہزار چہارم میں سخت درجہ پر بنی اسرائیل بگڑ گئے اور عیسائی مذہب تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہوگیا اور اس کا پیدا ہونا اور مرنا گویا ایک ہی وقت میں ہؤا پھر ہزار پنجم کا دَور آیا جو ہدایت کا دَور تھا۔ یہ وہ ہزار ہے جس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توحید کو دوبارہ دُنیا میں قائم کیا۔ پس آپ کے منجانب اللہ ہونے پر یہی ایک نہایت زبردست دلیل ہے کہ آپ کا ظہور اُس ہزار کے اندر ہؤا جو روزِ اوّل سے ہدایت کے لئے مقرر تھا اور یہ مَیں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں سے یہی نکلتا ہے اور اسی دلیل سے میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس تقسیم کی رُو سے ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے۔ وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ اسی ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیجِ اَعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اِس لئے ضرور تھا کہ امام الزّمان اس کے سر پر پیدا ہوا اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظِلّ کے ہوں کیونکہ اِس ہزار میں اب دُنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدّدِ صدی بھی ہے اور مجدّدِ الف آخر بھی۔ اِس بات میں نصاریٰ اور یہود کو بھی اختلاف نہیں کہ آدم سے یہ زمانہ ساتواں ہزار ہے اور خدا نے جو سورۃ والعصر کے اعداد سے تاریخِ آدم میرے پر ظاہر کی اس سے بھی یہ زمانہ جس میں ہم ہیں ساتواں ہزار ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور نبیوں کا اس پر اتفاق تھا کہ مسیح موعود ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا اور چھٹے ہزار کے اخیر میں پیدا ہوگا کیونکہ وہ سب سے آخر ہے جیسا کہ آدم سب سے اوّل تھا اور آدم چھٹے دن جمعہ کی اخیر ساعت میں پیدا ہؤا۔ اور چونکہ خدا کا ایک دن دُنیا کے ہزار سال کے برابر ہے اس مشابہت سے خدا نے مسیح موعود کو ششم ہزار کے اخیر میں پیدا کیا گویا وہ بھی دن کی آخری گھڑی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۶ تا ۸)

یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔ پھر آدم سے اخیر تک سات ہزار سال کیونکر مقرر کر دیئے جائیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبھی خدا تعالیٰ کی کتابوں میں صحیح طور پر فکر نہیں کیا۔ مَیں نے آج یہ حساب مقرر نہیں کیا یہ تو قدیم سے محققین اہلِ کتاب میں مسلّم چلا آیا ہے یہاں تک کہ یہودی فاضل بھی اِس کے قائل رہے ہیں اور قرآن شریف سے بھی صاف طور پر یہی نکلتا ہے کہ آدم سے اخیر تک عمر بنی آدم کی سات ہزار سال ہے اور ایسا ہی پہلی کتابیں بھی بالاتفاق یہی کہتی ہیں اور آیت اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ[1]

---

[1] سورۃ الحج: ۴۸

سے بھی یہی نکلتا ہے اور تمام نبی واضح طور پر یہی خبر دیتے آئے ہیں اور جیسا کہ مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں سورۃ والعصر کے اعداد سے بھی یہی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدم سے الف پنجم میں ظاہر ہوئے تھے اور اس حساب سے یہ زمانہ جس میں ہم ہیں ہزار ہفتم ہے۔ جس بات کو خدا نے اپنی وحی سے ہم پر ظاہر کیا اس سے ہم انکار نہیں کرسکتے اور نہ ہم کوئی وجہ دیکھتے ہیں کہ خدا کے پاک نبیوں کے متفق علیہ کلمہ سے انکار کریں۔ پھر جبکہ اِس قدر ثبوت موجود ہیں اور بلاشبہ احادیث اور قرآن شریف کے رُو سے یہ آخری زمانہ ہے پھر آخری ہزار ہونے میں کیا شک رہا اور آخری ہزار کے سر پر مسیح موعود کا آنا ضروری ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۹،۸)

خدا تعالیٰ نے اِس دُنیا کو ایک دن مقرر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو عصر کے وقت سے تشبیہ دی ہے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ عصر ہؤا تو پھر اَب تیرہ سَو چوبیس برس کے بعد اس زمانہ کا کیا نام رکھنا چاہیئے۔ کیا یہ وقت قریبِ غروب نہیں اور پھر جب قریب غروب ہؤا تو مسیح کے نازل ہونے کا اگر یہ وقت نہیں تو اس کے بعد تو کوئی وقت نہیں۔

اِسی طرح احادیثِ صحیحہ میں جو بعض ان کی صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو عصر سے تشبیہ دی ہے۔ پس اس سے ماننا پڑتا ہے کہ ہمارا زمانہ قیامت کے قُرب کا زمانہ ہے اور پھر دوسری حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمرِ دُنیا کی سات ہزار سال ہے اور قرآن شریف کی اِس آیت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ[1] یعنی ایک دن خدا کے نزدیک تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دن سات ہیں پس اِس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ انسانی نسل کی عمر سات ہزار سال ہے جیسا کہ خدا نے میرے پر ظاہر کیا کہ سورۃ والعصر کے عدد جس قدر حسابِ جمل کی رُو سے معلوم ہوتے ہیں اسی قدر نسلِ انسان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک تک بحساب قمری گذر چکا تھا کیونکہ خدا نے حساب قمری رکھا ہے اور اِس حساب سے ہماری اِس وقت تک نسلِ انسان کی عمر چھ ہزار برس تک ختم ہو چکی ہے اور اب ہم ساتویں ہزار میں ہیں اور یہ ضرور تھا کہ مثیلِ آدم جس کو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہتے ہیں چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جو جمعہ کے دن کے قائم مقام ہے جس میں آدم پیدا ہؤا اور ایسا ہی خدا نے مجھے پَیدا کیا پس اس کے مطابق چھٹے ہزار میں میری پیدائش ہوئی اور یہ عجیب اتفاق ہؤا کہ مَیں معمولی دنوں کی رُو سے جمعہ کے دن پیدا ہؤا تھا اور جیسا کہ آدم نر اور مادہ پیدا ہوئے تھے مَیں بھی توام کی شکل پر پیدا ہؤا تھا۔ ایک میرے ساتھ لڑکی تھی جو پہلے پیدا ہوئی اور بعد اس کے مَیں

---

[1] سورۃ الحج : ۴۸

پَیدا ہوا۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵، ۲۶)

سورۃ والعصر میں دو سلسلوں کا ذکر فرمایا ہے ایک ابرارواخیار کا سلسلہ ہے اور دوسرا فجار کا۔ کفار اور فجار کے سلسلہ کا ذکر یوں فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اور دوسرے سلسلہ کو اس طرح پر الگ کیا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی ایک وہ ہیں جو خسران میں ہیں مگر خسران میں مومن اور عمل صالح کرنے والے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خسران میں وہ ہیں جو مومن اور عمل صالح کرنے والے نہیں ہیں۔ یاد رکھو کہ صلاح کا لفظ وہاں آتا ہے جہاں فساد کا بالکل نام ونشان نہ رہے۔ انسان کبھی صالح نہیں کہلا سکتا جب تک وہ عقائد ردیہ اور فاسدہ سے خالی نہ ہو اور پھر اعمال بھی فساد سے خالی ہو جائیں۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۲۸ مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱، ۲)

اصلاح تب ہوتی ہے کہ تکمیل عملی کے مراتب حاصل ہو جائیں پس سورۃ العصر میں جو اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرمایا ہے اس میں اٰمَنُوْا سے تکمیل علمی کی طرف اشارہ ہے اور عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے تکمیل عملی کی طرف رہبری کی۔ حکمت کے بھی دو ہی حصّے ہیں ایک علم اکمل اوراتم ہو دوسرے عمل اتم اور اکمل ہو۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ خسر سے محفوظ رہتے ہیں اوّل وہ تکمیل علمی کرتے ہیں اور پھر عمل بھی گندے نہیں کرتے بلکہ علمی تکمیل کو عملی تکمیل تک پہنچاتے ہیں اور پھر یہ کہ جب انہیں کامل بصیرت حاصل ہو جاتی ہے اور انکے کمالِ علم کا ثبوت کمالِ عمل سے ملتا ہے تو پھر وہ بُخل نہیں کرتے بلکہ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ پر عمل کرتے ہیں۔ لوگوں کو بھی اس حق کی دعوت کرتے ہیں جو انہوں نے پایا ہے۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اعمال کی روشنی سے بھی دکھاتے ہیں۔ واعظ اگر خود عمل نہیں کرتا تو اس کی باتوں کا کچھ بھی اثر نہیں پڑ سکتا۔ یہ بھی قاعدہ کی بات ہے کہ اگر خود آدمی کہے اور کرے نہیں تو اس کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے اگر زناکار زنا سے منع کرے تو اس کی اس حالت کے ثابت ہو جانے پر سُننے والوں کے دہریہ ہو جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ وہ خیال کریں گے کہ اگر زناکاری واقعی خطرناک چیز ہوتی اور خدا تعالیٰ کے حضور اس ناپاکی پر سزا ملتی ہے اور خدا واقعی ہوتا تو پھر یہ جو منع کرتا تھا خود کیوں اس سے پرہیز نہ کرتا۔

مجھے معلوم ہے کہ ایک شخص ایک مولوی کی صحبت کے باعث مسلمان ہونے لگا۔ ایک روز اُس نے دیکھا کہ وہی مولوی شراب پی رہا تھا تو اس کا دل سخت ہو گیا اور وہ رُک گیا۔ غرض تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ میں یہ فرمایا کہ وہ اپنے اعمال کی روشنی سے دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور پھر اُن کا شیوہ یہ ہوتا ہے تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یعنی صبر کے ساتھ وعظ ونصیحت کا شیوہ اختیار کرتے ہیں جلدی جھاگ مُنہ پر نہیں لاتے۔ اگر کوئی مولوی اور پیش رو ہو کر، امام اور راہنما بن کر جلدی بھڑک اُٹھتا ہے اور اس میں برداشت اور صبر کی طاقت نہیں تو وہ لوگوں کو کیوں نقصان پہنچاتا ہے۔ دوسرے یہ بھی مطلب ہے کہ جو باتیں سُننے والا صبر سے نہ سُنے وہ فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ ہمارے مخالف

بُردباری کا دل لے کر نہیں آتے اور صبر سے اپنی مشکلات پیش نہیں کرتے بلکہ اُن کا تو یہ حال ہے کہ وہ کتاب تک تو دیکھنا نہیں چاہتے اور شور مچاکر حق کو ملتبس کرنے کی سعی کرتے ہیں اور پھر وہ فائدہ اُٹھائیں تو کیونکر اُٹھائیں۔ ابوجہل اور ابولہب میں کیا تھا؟ یہی بے صبری اور بیقراری تو تھی۔ کہتے تھے کہ خدا کی طرف سے آیا ہے تو کوئی نہر لے آ۔ اِن کم بختوں نے صبر نہ کیا اور ہلاک ہوگئے ورنہ زبیدہ والی نہر تو آ ہی گئی۔ اِسی طرح پر ہمارے مخالف بھی کہتے ہیں کہ ہمارے لئے دعا کرو اور وہ مقبول ہوجائے اور پھر اس کو حق و باطل کا معیار ٹھہراتے ہیں اور اپنی طرف سے بعض امور پیش کر کے کہتے ہیں کہ یہ ہوجائے اور وہ ہوجائے تو مان لیں لیکن آپ کسی شرط کے نیچے نہیں آتے۔ افسوس یہی لوگ ہیں جو لَا یَخَافُ عُقْبٰهَا[1] کے مصداق ہیں۔ یاد رکھو صابر ہی شرحِ صدر کا رُتبہ پاتا ہے جو صبر نہیں کرتا وہ گویا خدا پر حکومت کرتا ہے خود اس کی حکومت میں رہنا نہیں چاہتا۔ ایسا گستاخ اور دلیر جو خدا تعالیٰ کے جلال اور عظمت سے نہیں ڈرتا وہ محروم کر دیا جاتا ہے اور اُسے کاٹ دیا جاتا ہے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ صبر کی حقیقت میں سے یہ بھی ضروری بات ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[2] صادقوں کی صحبت میں رہنا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو دُور بیٹھ رہتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کبھی آئیں گے اِس وقت فرصت نہیں ہے۔ بھلا تیرہ سَو سال کے موعود سلسلہ کو جو لوگ پالیں اور اُس کی نصرت میں شامل نہ ہوں اور خدا اور رسولؐ کے موعود کے پاس نہ بیٹھیں وہ فلاح پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ؎

ہم خدا خواہی وہم دُنیائے دُوں ✦ ایں خیال است ومحال است وجنوں

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۱ مورخہ ۲۴؍ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱، ۲)

وَالْعَصْرِ..... بِالصَّبْرِ الخ قسم ہے اس زمانہ کی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی۔ آجکل ہمارے زمانہ کے کوتاہ اندیش مخالف یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں مخلوق کی قسمیں کیوں کھائی گئی ہیں حالانکہ دوسروں کو منع کیا ہے اور کہیں انجیر کی قسم ہے کہیں دن اور رات کی اور کہیں زمین کی اور کہیں نفس کی؟ اِس قسم کے اعتراضوں کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ تمام قرآن شریف میں یہ ایک عام سُنّت اور عادتِ الٰہی ہے کہ وہ بعض نظری امور کے اثبات و احقاق کے لئے کسی ایسے امور کا حوالہ دیتا ہے جو اپنے خواص کا عام طور پر بیّن اور کُھلا کُھلا اور بدیہی ثبوت رکھتے ہیں پس اُن کی قسم کھانا اُن کو بطور دلیل اور نظیر کے پیش کرنا ہوتا ہے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲۰ مورخہ ۳۱؍ مئی ۱۹۰۱ء صفحہ ۲)

سورۃ العصر میں دُنیا کی تاریخ موجود ہے جس پر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام سے مجھ کو اطلاع دی ہے اور

---

[1] سورۃ الشمس: ۱۶ [2] سورۃ التوبۃ: ۱۱۹

یہ اصلی اور سچی تاریخ ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کس قدر زمانہ گذرا ہے۔ پس اس حساب سے اب ساتویں ہزار سے کچھ سال گذر گئے اور خاتم الخلفاء چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہوا تاکہ اوّل را بآخر نسبتے دارد کا مصداق ہو۔ آدم بھی چھٹے دن پیدا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اس چھ دن کے چھ ہزار سال ہوئے اور پھر آدم کی پیدائش چھٹے دن کے آخر میں ہوئی تھی اس لئے خاتم الخلفاء چھٹے ہزار کے آخر میں ہوا اور ساتویں میں جنگ ہے۔ اس جنگ سے توپ و تفنگ کی لڑائی مراد نہیں بلکہ یہ عیسائیت اور الٰہی دین کی آخری جنگ ہے۔ عیسائیت نے زمینی خدا بنا لیا ہے اور یہ وہی خدا یا خیالی خدا ہے جیسے بہت سی عورتیں ایک وہمی حمل رجا کا کر لیتی ہیں یہاں تک کہ پیٹ میں وہمی طور پر حرکت بھی معلوم ہوتی ہے اور پیٹ بڑھتا بھی ہے۔ اسی طرح پر فرضی مسیح بنا لیا گیا ہے جسے خدا سمجھا گیا ہے۔ غرض سچے مسیح کے مقابل وہ کھڑا ہے۔ اب یہ لڑائی ان دونوں میں شروع ہے اور خدا اس میں اپنا چمکتا ہوا ہاتھ دکھلائے گا۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲۵ مورخہ ۱۷؍جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۔ ان کی عادت ہے کہ اوروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۴۷)

انسان کا فرض ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچائے اور اس کی صورت یہ ہے اُن کو خدا کی محبت پیدا کرنے اور اس کی توحید پر قائم ہونے کی ہدایت کرے جیسا کہ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ سے پایا جاتا ہے۔ انسان بعض وقت خود ایک امر کو سمجھ لیتا ہے لیکن دوسروں کو سمجھانے پر قادر نہیں ہوتا اِس لئے اُس کو چاہیئے کہ محنت اور کوشش کرکے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاوے۔ ہمدردیٔ خلائق یہی ہے کہ محنت کرکے دماغ خرچ کرکے ایسی راہ نکالے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکے تاکہ عمر دراز ہو۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۲۴ مورخہ ۱۰؍جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۴)